مولانا محمد رضی الاسلام ندوی

صحابہؓ کرام کی تحصیل حدیث کی کیفیات

اسلامی شریعت میں قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ "حدیث" کا ہے اور اس پر عمل کرنا اسی طرح واجب اور فرض ہے جس طرح قرآن پر ـ حدیث ایک ایسا مستند اور معتبر ذخیرہ ہے جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، آپؐ کے اقوال و افعال، آپؐ کی سیرت و شمائل، آپ کے عادات و اطوار اور اخلاق و عادات غرض یہ کہ حیات طیبہ کا ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے اس کی حیثیت تاریخ کے ان ذخیروں کی سی نہیں جن کی اساس محض چند افواہوں، سنی سنائی بازاری باتوں، مجہول کرم خوردہ مخطوطات یا کہنہ الواح سے بڑھ کر نہیں جو کسی زمانے میں قلم بند کر لی جاتی ہیں۔ اور جن کے نہ راویوں کا پتہ چلتا ہے نہ ان کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ بلکہ حدیث ایک ایسی مستند و محکم "دستاویز" ہے جس کے علمی منشاہدین لاکھوں کی تعداد کو پہنچے ہوئے ہیں اور جس کے راویوں کی پوری زندگی ہمارے سامنے ہے۔

تاریخ کے عام ذخیروں سے حدیث کا امتیاز حدیث نبوی کو عام تاریخی ذخیروں سے صرف یہی ایک چیز ممتاز نہیں کرتی بلکہ اس سے بھی اہم امتیاز یہ ہے کہ مورخین کا اپنی تاریخ سے کوئی قلبی ربط نہیں پایا جاتا۔ اولاً تو تاریخ کے اولین راویوں کا پتہ ہی نہیں چلتا پھر اگر عرصے بعد کسی مورخ کا نام بھی ملتا ہے تو ظاہر ہے کہ تاریخ سے اس کا قلبی ربط اور باہمی تعلق مفقود ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے صحابہ کرامؓ کا جو قلبی تعلق، باہمی ربط اور شدید محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور احادیث نبویہ سے تھی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

حضرات صحابہؓ کو آپؐ کی ذات سے جو حقیقی عشق تھا اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے ماں باپ اور عزیز و اقارب تک کو آپؐ پر فدا کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اور اپنی جان و مال کو آپؐ کے ایک اشارے پر قربان کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؐ کا اشارہ پاتے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ثلث مال سے "جیش عسرہ" کی "تجہیز" کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضؓ اپنا نصف مال

کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لا کر آپؐ کی خدمت میں ڈھیر کر دیتے ہیں اور اپنے پیچھے اپنے گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذکر چھوڑ آتے ہیں۔

غزوۂ اُحد میں جب جاں نثاری و فدا کاری کا موقع نصیب ہوتا ہے تو حضرت ابُو دجانہؓ اپنے جسم کو ڈھال بنا دیتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آپ کے سامنے سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے تیروں کا جواب دیتے ہیں۔ اور کچھ جاں نثار صحابہؓ آپؐ کے گرد حصار کر کے آپ کو دشمنوں کی ایذا سے محفوظ کر لیتے ہیں۔

ایک صحابیہ اپنے باپ، فرزند اور خواہر کی شہادت کی خبر سننے کے باوجود جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیر و عافیت دیکھ لیتی ہیں تو ان کی زبان سے بے اختیار نکل پڑتا ہے۔

کل مصیبۃ بعدک جلل (آپؐ کو بخیریت دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت گوارا ہے) صحابہ کرام کے آنحضرتؐ سے انتہائی محبت کی اس سے اعلیٰ مثال اور کیا ہو گی جو ایک دشمنِ اسلام کی زبان سے بیان ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود نے قریش کو مخاطب کر کے کہا تھا:

یا معشر قریش واللہ انی ما رأیت ملکا فی قوم قط مثل محمد فی اصحابہ، ولقد رأیت ما یصنع بہ اصحابہ، لا یتوضاء الا ابتدروا وضوءہ ولا یبصق بصاقا الا ابتدروہ ولا یسقط من شعرہ شئ الا اخذوہ (سیرت ابن ہشام)	اے قریش کے لوگو! خدا کی قسم میں نے محمدؐ کی طرح کبھی کسی قوم کے بادشاہ کو نہیں دیکھا میں نے ان کے ساتھ ان کے اصحاب کا معاملہ دیکھا ہے وہ وضو کرتے ہیں تو لوگ ان کے مستعمل پانی کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ وہ تھوکتے ہیں تو وہ ان کا تھوک حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں وہ ان کے ایک بال کو بھی گرنے نہیں دیتے اور اسے حاصل کر لیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کی وجہ

جو شخص بھی جاہلیت اور اسلام دونوں کا مقابلہ کرے گا وہ بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ صحابہ کرامؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قلبی تعلق کیوں تھا؟ "جاہلیت" جس کا نام سنتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے وحشت و بربریت، ظلم و ستم جنگ و جدال، لوٹ مار خونریزی، باہمی عداوت و دشمنی اور اس سے بڑھ کر ضلالت و گمراہی کی بھیانک تصویریں آجاتی ہیں — کے گھٹا ٹوپ ماحول سے نکال کر انہیں امن و امان، عدل و انصاف، اخوت و محبت اور ہدایت و حق کی طرف لانے والی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تو تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ قرآن کریم اس احسان کا ذکر کرتا ہے۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ (آل عمران ۱۰۲)

اپنے اوپر ہونے والے خدا کے احسانات کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اس نے تم کو اس سے نجات دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا طبعی تقاضا

صحابہ کرامؓ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت عشق اور قلبی تعلق کا طبعی تقاضا تھا کہ آپ سے آپ کی تعلیمات اور خدا کے احکام حاصل کرنے پھر اسے اپنی زندگیوں پر جاری وساری کرنے میں پوری کوشش صرف کریں جنہوں نے ان کو ضلالت وجہالت کی تاریکی سے نکال نور حق کی شاہراہ پہ لا کھڑا کر دیا تھا اور ایک غیر مہذب اور وحشی نظام زندگی سے نجات دلا کر ایک صالح، پاکیزہ اور مہذب نظام حیات عطا کیا تھا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کو قرآن وحدیث حاصل کرنے اور حضور اکرمؐ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں پر منطبق کرنے کا غایت درجہ شوق تھا۔ چنانچہ وہ ہر اس عمل کی طرف دوڑ پڑتے تھے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان اعمال سے فوراً اجتناب کر لیتے تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:۔

ایک بار آنحضرتؐ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرامؓ نے بھی بنوالی۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا اور فرمایا اب کبھی نہیں پہنوں گا۔ چنانچہ تمام صحابہؓ نے بھی پھینک دیں (بخاری)۔ اسی طرح ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ نماز پڑھ رہے تھے کہ نماز ہی میں اپنے جوتے نکال دئے۔ تمام صحابہ نے آپ کی نقل کرتے ہوئے اپنے جوتے نکال دئے۔ نماز کے بعد آپؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم لوگوں نے جوتے کیوں نکالے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپؐ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے بتایا کہ میرے جوتے میں گندگی لگی ہوئی ہے (کتاب الشفا ابن عبدالبر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کی اتباع کرتے تھے حتیٰ کہ ایک بار حج کرنے جارہے تھے۔ راستے میں اونٹ سے اتر کر ایک جگہ بیٹھ گئے پھر اٹھ گئے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ ایک بار میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے یہیں بیٹھ کر استنجا فرمایا تھا۔

حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال وافعال کی اتباع کرتے ہوئے دیکھتے تو انہیں پاگل سمجھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ایک بار جمعہ کی نماز پڑھنے جارہے تھے۔

ابھی دروازے ہی تک پہنچے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں فرماتے سنا " اجلسوا " فوراً وہیں بیٹھ گئے رسول اکرمؐ نے دیکھا تو بلا لیا۔ ان روحانی عوامل و بواعث کے ساتھ ساتھ کچھ اور عوامل تھے جو صحابہ کرامؓ کے قرآن وحدیث کے شوق حصول میں کارفرما تھے۔

صحابہ کرام کے تحصیل قرآن اور حدیث کے عوامل

ان کے سامنے قرآن کریم اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی تھیں۔ اور علماء و غیر علماء کے درمیان بہت بڑا فرق بتایا تھا مثلاً :-

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)	خدا کے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ڈرتے ہیں۔
ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ (الزمر ۹)	صاحب علم اور غیر ذی علم بھلا برابر ہو سکتے ہیں۔
یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ ۱۱)	خدا مومنوں اور اصحاب علم کے درجات بڑھاتا ہے۔
فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ من الفِ عابد (ترمذی۔ ابن ماجہ)	ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بڑھ کر ہے۔
فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم (ترمذی)	عالم عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت ایک ادنیٰ امتی پر ہے۔
من سلک طریقا یلتمس فیہ علماً سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ (احمد ترمذی ابوداؤد)	جو شخص علم کے راستے میں چلے گا اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا۔
العلماء ورثۃ الانبیاء	علماء انبیاء کے وارث ہیں۔
ان الملائکۃ لتضع اجنحتہا لطالب العلم رضا بما صنع (ابوداؤد، ترمذی)	فرشتے طالب علم کے لئے اس کے عمل سے خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں

۲۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و عمل اور ہر نمونہ کو اختیار کریں اور اپنی زندگی پر جاری و ساری اور نافذ کریں۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (حشر ۷)

رسول نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رک جاؤ۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء ۶۴)

ہم رسول کو اسی لئے بھیجتے ہیں کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳۱)

اے رسول! کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۚ (احزاب ۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین اسوہ ہے۔

۳۔ ان پر صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی اتباع ہی ضروری نہ تھی بلکہ مزید یہ بھی فریضہ عائد تھا کہ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنیں اور جو کچھ دیکھیں اسے دوسروں تک پہنچائیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ آل عمران ۱۱۰

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آل عمران ۱۰۴)

تم میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہو جو خیر کی طرف دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ دراصل ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں

نضّر اللہ امرأً سمع مقالتی فوعاھا ثم ادّاھا کما سمع (صحاح)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاداں و فرحاں رکھے جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد رکھا پھر جس طرح سنا تھا دوسروں تک پہنچا دیا۔

ترکت فیکم شیئین لن تضلّوا

میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں

بعدھما کتاب اللہ و سنتی ولن یتفرقا۔ (صحاح)

ان کو پکڑنے کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور میری سنت بشرطیکہ دونوں جدا نہ ہوں

الا فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعیٰ من سامع (صحاح)

سن لو موجود شخص غائب کو سب کچھ بتا دے بسا اوقات پہنچایا جانے والا شخص سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

تسمعون و یسمع منکم و یسمع من الذین یسمعون منکم

ابوداؤد ۔ مستدرک

اس وقت تم لوگ سن رہے ہو پھر تم سے سنا جائے گا پھر تم سے سننے والوں سے سنا جائے گا۔

۴۔ انہیں جو کچھ معلوم تھا اسے چھپانا اور غلط بیانی سے کام لینا سخت جرم اور گناہ سمجھتے تھے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم نے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد تنبیہات اور وعیدیں بیان فرمائی تھیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الۡہُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰہُ وَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰعِنُوۡنَ (البقرہ ۱۵۹)

جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم نے انہیں لوگوں کے لئے کتاب میں واضح کر دیا ہے ان لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی۔

من سئل عن علم ثم کتمہ اُلجم یوم القیامۃ بلجام من النار۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

اگر کسی سے کچھ پوچھا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار (حدیث متواتر)

جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

صحابہ کرامؓ کا حدیث میں غایت درجہ اشتیاق

ان عوامل و اسباب کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور آپؐ سے حدیث و قرآن کی تعلیمات و احکام حاصل کرنے کا بے انتہا شوق پایا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ اپنی معاشی اور دیگر مصروفیتوں کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونے کی کوشش کرتے ان میں ایک جماعت ایسی تھی جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر قرآن و حدیث حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچاتے اس مقدس

وہ مبارک جماعت کو ہم "اصحابِ صُفّہ" کے نام سے یاد کرتے ہیں اس جماعت کے سرخیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

انکم تزعمون ان اباھریرۃ یکثر الاحادیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، واللہ کنت رجلا مسکینا اصحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم علی ملأ بطنی وکان المہاجرون یشغلہم الصفق بالاسواق وکانت الانصار یشغلہم القیام علی اموالہم (مسلم ج۲)	تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت احادیث روایت کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں غریب آدمی تھا قوت لایموت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا جب کہ مہاجرین تجارت میں مشغول تھے اور انصار اپنے اموال کی حفاظت میں لگے رہتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت آیا جایا کرتے تھے حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں (دارمی) ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ تم ہر وقت میرے گھر میں داخل ہو سکتے ہو اور کھلے چھپے سے باخبر ہو سکتے ہو۔

جو صحابہ رضی اللہ عنہم معاشی مشاغل کی وجہ سے روزانہ حاضر نہ ہو سکتے تھے انہوں نے آپس میں باری مقرر کر رکھی تھی۔ چنانچہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ واپس جا کر اپنے ساتھی کو پورے دن کی خبریں پہنچاتا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

کنت انا و جار لی من الانصار من بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل یوما و انزل یوما فاذا نزلت جئتہ بخبر ذالک الیوم من وحی وغیرہ و اذا نزل فعل مثل ذالک (بخاری کتاب العلم)	میں اور میرا ایک پڑوسی جو قبیلہ بنی امیہ بن زید میں سے تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باری باری آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا اور ایک دن میں۔ جس دن میں آتا اس دن کی تمام خبریں وحی اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں سب اس کو بتا دیتا اور جس دن وہ آتا وہ بھی ایسا ہی کرتا۔

جو صحابہ بہت دور رہتے تھے وہ وقتاً فوقتاً اپنے وفود اور نمائندوں کو بارگاہِ رسالت میں بھیجتے تھے تاکہ آپ کے پاس چند دن ٹھہر کر اسلامی احکام اور تعلیمات حاصل کریں اور پھر واپس اپنی قوم میں جا کر تعلیم و ارشاد کی خدمت انجام دیں۔

حضرت مالک بن الحویرث رضؓ فرماتے ہیں:۔

اتینا النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم و نحن شببۃ متقاربون فاقمنا عندہ عشرین لیلۃ فظن انا اشتقنا اھلنا و سالنا عمن ترکنا فی اھلنا فاخبرناہ و کان رفیقًا رحیما فقال ارجعوا الی اھلیکم فعلّموھم ومروھم

(صحیح بخاری)

ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم لوگ ادھیڑ عمر اور ایک ہی عمر کے تھے۔ ہم آپؐ کی خدمت میں بیس دن رہے حتّٰی کہ آپ گمان کرنے لگے کہ ہم اپنے اہل و عیال کے مشتاق ہو گئے ہیں۔ لہذا آپؐ نے ہم سے ان کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے آپ کو بتایا آپؐ کا برتاؤ ہمارے ساتھ بہت ہی رحمت و رافت کا ہے۔ پھر فرمایا اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤ انہیں تعلیم دو اور نیکیوں کا حکم دو

اسی طرح اگر کوئی صحابیؓ دور رہتا ہوتا اور اسے کوئی اہم واقعہ پیش آتا یا کوئی اشکال ہوتا تو وہ فوراً مدینہ طیبہ روانہ ہو جاتا۔ اور طویل مسافت طے کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس واقعہ میں حکم الٰہی دریافت کرتا حضرت عقبہ بن الحارث کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک عورت نے انہیں بتایا کہ اس نے ان کو اور ان کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔

وہ فوراً مدینہ منورہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کر لے پھر بعد میں معلوم ہو کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

آپؐ نے فرمایا کیف وقد قیل (اب کیسے ہو سکتا ہے جب کہ کہا جا چکا) چنانچہ انہوں نے فوراً اس بیوی کو چھوڑ دیا اور دوسری شادی کر لی۔

اسی طرح جو صحابہؓ کسی سریہ میں چلے جاتے یا کسی وجہ سے پیچھے رہ جاتے تو وہ واپس آ کر دوسرے صحابہؓ سے تمام احادیث معلوم کر لیا کرتے تھے۔

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں :

ما کل الحدیث سمعناہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحدثنا اصحابنا وکنا مشتغلین فی رعایۃ الابل واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یطلبون ما یفوتہم سماعہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسمعونہ من اقرانہم ۔

تمام احادیث ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ہیں ہم سے صحابہؓ حدیث بیان کرتے تھے اور ہم اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے اصحاب رسول اگر کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سن پاتے تھے تو اپنے رفقاء سے حاصل کر لیتے تھے ۔

(معرفۃ علوم الحدیث)

حضرات صحابہؓ کا معمول تھا کہ جو احادیث وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سنتے تھے وہاں سے اٹھنے کے بعد آپس میں مذاکرہ کر لیتے تھے تاکہ اگر کسی کو ٹھیک سے یاد نہ ہوئی ہو تو پختہ ہو جائے ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں :

کنا نکون عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنسمع منہ الحدیث فاذا قمنا تذاکرنا فیما بیننا حتی نحفظہ ۔

(الجامع لاخلاق الراوی والسامع)

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے تھے تو آپؐ سے احادیث سنتے تھے پھر جب آپؐ کے پاس سے اٹھتے تھے تو مذاکرہ کر لیتے تھے ۔ یہاں تک کہ انہیں یاد کر لیتے ۔

صحابۂ کرامؓ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل حدیث کے غایت درجہ اشتیاق کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے کوئی ایسا بھی سوال کرتے جس کا جواب پوری طرح واضح ہوتا پھر بھی وہ جواب دینے کی بجائے صرف اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے) کہہ دیا کرتے تھے کیونکہ وہ سوچتے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے کوئی نئی حکمت عملی بتلانا چاہتے ہوں ۔ احادیث کے ایک بڑے ذخیرے میں یہ دیکھنے میں حجۃ الوداع کے مشہور خطبے میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے ؟ یہ کون سا مہینہ ہے ؟ یہ کون سا شہر ہے ؟ ہر سوال کے جواب میں صحابہؓ فرماتے اللہ ورسولہ اعلم ۔ پھر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے : کیا یہ یوم عرفہ نہیں ہے ؟ کیا یہ ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے ؟ کیا یہ بلد حرام نہیں ہے ؟ پھر آپ نے فرمایا :

ان دماءکم واموالکم حرام علیکم الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شہرکم ھذا فی بلدکم ھذا ۔

تمہارا خون اور تمہارے اموال تم پر قیامت تک حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اس مہینہ کی حرمت اور اس شہر کی حرمت ہے

(بخاری)

اسی طرح حدیث جبرئیل میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: اتدری من السائل (جانتے ہو یہ پوچھنے والے کون تھے؟) انہوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ فرمایا: انہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم (یہ جبرئیل تھے جو تم لوگوں کو دین کی باتیں سکھلانے آئے تھے۔) (متفق علیہ)

صحابہؓ کرام کا قوی حافظہ | تحصیل حدیث کے سلسلہ میں صحابہؓ کرام کا اس درجہ اشتیاق انہیں احادیث کے حفظ واتقان پر اکساتا تھا اور وہ احادیث کو یاد کرکے محفوظ کرنے میں پوری کوشش صرف کرتے تھے۔ پھر یہ کہ صحابہؓ بلکہ عرب کی اکثریت جاہل اور ان پڑھ تھی۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ ان کی تاریخ کا پورا دارومدار ان کے حافظے پر تھا۔ خدا نے انہیں حافظہ کا انتہائی قوی ملکہ عطا فرمایا تھا حتیٰ کہ روایتوں میں آتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں تک کی پشتہا پشت کی نسلوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ حافظہ پر پورا اعتماد ہونے کی وجہ سے صحابۂ کرام کی اکثر تعداد احادیث کو حفظ کرتی تھی۔ ابتداء اسلام میں احادیث کی عدم کتابت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایسا کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا اور یہ کند ذہنی اور غباوت کی علامت تھی۔

حدیث کے تحمل وادا میں صحابہؓ کے مراتب | چنانچہ حدیث کے تحمل وادا میں تمام صحابہ کرامؓ برابر نہیں تھے بلکہ ان میں مراتب تھے بعض صحابہؓ بڑھے ہوئے تھے بعض کچھ کم تھے۔ اس لئے کہ:

۱۔ بعض صحابہؓ ہر وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے۔ مگر بعض دیگر مصروفیات کی وجہ سے کم حاضر ہو پاتے تھے اور جو صحابہؓ دور رہتے تھے ان کو اس کا موقع کم ہی نصیب ہوتا تھا۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کی اکثر تعداد احادیث کو زبانی یاد کرتی تھی اور لکھنے کا رواج نہ تھا مگر چند صحابہؓ احادیث کو ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، مجھ سے زیادہ صرف عبداللہ بن عمروؓ کی روایات ہیں اور وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہ لکھتا تھا۔ (بخاری کتاب العلم)

۳۔ بعض صحابہؓ فطری استعداد فہم کی وجہ سے فقہ حدیث میں بڑھے ہوئے تھے، چنانچہ وہ ناسخ ومنسوخ عام وخاص، مطلق ومقید اور مجمل ومفسر وغیرہ سے بخوبی واقف تھے مگر بعض فہم حدیث میں اس درجہ کے نہیں تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار حضرت عمر بن الخطابؓ نے صحابہؓ کی ایک مجلس میں سوال کیا کہ سورۂ نصر کا شانِ نزول کیا ہے؟ کوئی صحابی صحیح نہیں بتلا پایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو اس وقت بھی کم سن تھے۔ بتلایا کہ ھو اجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلمہ لہ، قال اذا جاء نصر اللہ والفتح فذلک علامۃ اجلک فسبح بحمد ربک۔ الخ (بخاری کتاب التفسیر) (اس سے مراد رسول اللہؐ کی وفات کی خبر ہے جو انہیں بتلائی گئی ہے۔ یعنی جب خدا کی مدد اور فتح آجائے تو وہ تمہاری وفات کی علامت ہے۔ لہٰذا خدا کی تسبیح بیان کرو۔ الخ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی مجالس | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرامؓ کو ہر وقت تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت سے نوازتے تھے آپؐ کی حیثیت ایک معلم و مربی کی سی تھی۔ آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو دعوت و تربیت سے معمور تھا۔ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ تعلیم و تربیت میں مشغول ہوتے۔ آپؐ کے لئے کوئی جگہ یا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ آپؐ جنگ میں ہوتے تو وہاں بھی معلم و واعظ ہوتے اور لوگوں میں اپنے وعظ سے جوش و ولولہ پیدا کرتے، اگر سفر میں ہوتے تو وہاں بھی مرشد و ہادی ہوتے۔ گھر میں اہل و عیال کیساتھ ہوتے تو انہیں بھی تعلیم دیتے۔ بازار جاتے تو وہاں لوگ روک کر مسئلہ پوچھ لیا کرتے اور مسجد نبوی میں ہوتے تو وہاں بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت سے نوازتے۔

البتہ یہ بات ضرور تھی کہ آپؐ کی اکثر مجلسیں مسجد نبوی ہی میں ہوتی تھیں جہاں صحابہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے اور آپ، انہیں درس و تعلیم دیتے تھے۔ اوقات نماز کے علاوہ بھی جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپ لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیتے اور ان کے سامنے تقریر فرماتے۔ ایک بار سورج گرہن ہوا اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تھا۔ لوگ کہنے لگے کہ پیغمبر کے بیٹے کی وفات کے سوگ میں سورج گرہن ہوا ہے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

ان الشمس والقمر لاینکسفان لموت احد ولا لحیاتہ وایتان من آیات اللہ۔	سورج اور چاند میں کسی کی موت و حیات سے گہن نہیں پڑتا بلکہ وہ دونوں خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔
(ابو داؤد)	

اسی طرح حضرت بریرہؓ کو حضرت عائشہؓ کے ہاتھ بیچتے وقت ان کے آقا نے یہ شرط لگائی کہ حق ولایت ہمارا ہی ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا الولاء لمن اعتق (حق ولاء تو آزاد کرنیوالے ہی کا ہوگا) اس کے بعد آپؐ مسجد تشریف لے گئے اور صحابہؓ کو جمع کر کے تقریر کی اور فرمایا:

ما بال رجال یقول احدھم اعتق یا فلان والولاء لی وانما الولاء لمن اعتق۔	ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جن میں کا آدمی کہتا ہے کہ اے فلاں تم آزاد کر دو مگر حق ولاء ہمارا ہی ہوگا جبکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔
(ابو داؤد)	